itsurdu.blogspot.com

افسانہ

کومل ذیشان

صبح نو

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے کالج کے مین گیٹ سے تھوڑا آگے کھڑی بے چینی سے ٹیکسی والے کا انتظار کر رہی تھی۔ چھٹی کے وقت سڑک پر ٹریفک بے تحاشہ بڑھ جایا کرتی تھی ابھی بھی یہی صورتحال تھی۔ گرمی کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ رومال سے پونچھنے کے باوجود ہر تھوڑی دیر بعد چہرہ پسینے سے بھیگ جاتا تھا۔ پتہ نہیں کیوں آج لیٹ ہو گیا ہے ایک ہاتھ میں فائل پکڑے، بازو پر اوور آل سنبھالے، دائیں کندھے پر موٹی موٹی میڈیکل کی کتابوں سے بھرا بیگ اٹھائے اس نے کلس کر گھڑی دیکھتے ہوئے سوچا۔ ساتھ ہی دوسرے سیکشن کی مریم کھڑی تھی۔ اسکا بھی گرمی سے تقریباً اس جیسا ہی حال ہو رہا تھا۔ اسی دوران کچھ دور ایک موٹر سائیکل نمودار ہوا جس پر دو لڑکے آگے پیچھے سوار تھے۔ وہ جو فل سپیڈ سے یہاں تک آئے تھے اس سڑک پر پہنچتے ہی موٹر سائیکل کو آہستہ آہستہ گھسیٹنے لگے تھے۔ بیزاری سے ادھر ادھر دیکھتے مریم کی نظر اچانک ان پر پڑی تھی انکو دیکھ کر اس کے چہرے پر پریشان سی شناسائی ابھری وہ چوکنا سی ہو گئی ایک پل کو سوچا واپس اندر چلی جائے مگر پھر اس خیال سے کہ وہ اسے ڈرپوک سمجھیں گے وہ کھڑی رہی۔ اس سب سے بے خبر ثانیہ نے ایک بار پھر ٹیکسی والے کو کوسا آج تو ویسے بھی اسے جلدی پہنچنا تھا شام کو گھر میں اسکی منگنی کا فنکشن تھا۔ اگلے پل مریم نے پیچھے بیٹھے لڑکے کو ہاتھ میں پکڑی بوتل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھولتے دیکھ کر چیخ ماری تھی اسکی چیخ سن کر ثانیہ نے سامنے دیکھا خطرے کا احساس ہوتے ہی اس نے بھی تیزی سے اپنے بچاؤ کی کوشش کی تھی۔ وہ لڑکے جو تیزاب کی بوتل مریم پر انڈیلنے آئے تھے وہ انکے منصوبے کے مطابق اسکا چہرہ نہیں جلا سکی تھی عین وقت پر وہ زمین پر جھک گئی تھی مگر اسکی کمر پر اچھی خاصی مقدار میں تیزاب گرا تھا اور باقی ثانیہ پر۔ تیزاب کی جلن جلد، گوشت سے ہوتی ہوئی ہڈیوں میں اتر گئی دونوں کے منہ سے دلخراش چیخیں نکلیں اگلے پل وہ زمین پر گری بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھیں۔ کچھ ساعتوں میں وہاں مجمع لگ گیا تھا جب تک فضا میں ایمبولینس کے سائرن گونجنے شروع ہوئے کسی نے ان پر منرل واٹر کی ٹھنڈی بوتلیں لا کر انڈیلی تھیں کہ اس وقت اس سے زیادہ کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ ثانیہ نے جلن کی شدت سے بے حال ہوتے ہوئے اوپر تپتے آسمان کی طرف دیکھا جس پر سورج داغ کی طرح بھڑک رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

بس کے تیز ناقابل برداشت ہارن کی آواز اسے ماضی سے حال میں کھینچ لائی تھی۔ اس نے کھڑکی سے باہر نگاہ کی تو مسحور سی ہو گئی وہ لوگ اب پہاڑی علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ بالائی علاقہ ہونے کی وجہ سے ہلکی ہلکی خنکی اور پہاڑوں کی مخصوص بھینی خوشبو بس میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ پتہ نہیں کتنی دیر سے اس تکلیف دہ یاد میں کھوئی ہوئی تھی کہ سفر کب اختتام پزیر ہو گیا اسے پتہ ہی نہیں چلا اس نے پہنچنے کی اطلاع دینے کے لیے موبائل پر امی کا نمبر ملایا۔ وہ گھر سے جھوٹ کہہ کر نکلی تھی کہ دوستوں کے ساتھ جا رہی ہے امی اس سے اتنے بڑے جھوٹ کی توقع کر ہی نہیں سکتی تھیں سو انہوں نے کسی دوست سے کنفرم نہیں کیا تھا۔ اس نے اتنے تکلیف دہ حالات دیکھے تھے اور تین چار سال ایسی حالت میں رہی تھی کہ امی، ابو اب اسے کسی چیز سے منع نہیں کرتے تھے۔ خود ترسی اور اداسی کا ایک جنگل تھا جو اسکے اندر اگ آیا تھا اس سے فرار کے لیے وہ گھر سے بھاگی تھی۔ شاید کہیں کوئی رستہ مل جائے، شاید سب لوگ ہر وقت اسکے سامنے جسکا ذکر کرتے ہیں وہ خدا مل جائے یا شاید یہ تکلیف ختم ہو جائے اور موت مل جائے اس نے اطلاع دیکر فون بند کرتے ہوئے سوچا تھا۔

☆.....☆.....☆

اس گلی کی نکڑ پر کوڑے کا ڈھیر جمع رہتا تھا۔ گلی والوں کا آپس میں شاید کوئی خاموش معاہدہ تھا کہ یہاں ہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوڑا پھینکنا ہے حالانکہ کوڑے سے اٹھتی بدبو سے سب کی ہی طبیعت بیزار ہوتی تھی مگر پھر بھی صفائی کا خیال کسی کو کبھی نہیں آیا تھا سوائے مولوی عبدلکریم کے مگر وہ اکثریت کے سامنے بے بس تھے۔ ابھی فجر ہونے میں کچھ وقت باقی تھا مولوی عبدالکریم نے مسجد کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بے اختیار ناک پر رومال رکھا، گلی والوں سے اس مسئلے پر مجھے پھر سے بات کرنی چاہئے انہوں نے وہاں سے گزرتے ہوئے کسی معمول کی طرح سوچا مگر اگلے پل وہ ٹھٹھک کر رکے تھے یہ کیا وہاں کوڑے کے ڈھیر میں کچھ ہلچل سی تھی۔ انہوں نے کمزور نظری کے باعث آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے دیکھا تو ساکت رہ گئے۔ وہاں پر ایک نوزائیدہ بچہ ریں ریں کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے انہوں نے دیکھا یکدم کونے سے ایک سیاہ موٹا سا چوہا نمودار ہوا اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بچے پر جان لیوا حملہ کیا تھا یہ منظر دیکھ کر انکی روح کانپ کر رہ گئی۔ لاحول ولا پڑھتے تیزی سے آگے بڑھ کر انہوں نے بچے کو اٹھایا، وہ اچھا خاصا زخمی ہو چکا تھا غالباً انکی آمد سے قبل بھی چوہے اس پر حملہ کر چکے تھے، انکی قدموں کی دھمک سے بھاگے تھے۔ جس تیزی سے انہوں نے اسے اٹھایا تھا اسی تیزی سے وہ زخمی بچے کو اٹھائے گھر واپس پلٹے تھے گھر پہنچتے ہی انہوں نے سائیکل نکال کر قریبی کلینک کی طرف رخ کیا، پیچھے ان کی بیوی دروازے پر کھڑی ہائیں، ہائیں ہی کرتی رہ گئی۔

اور ٹھیک پچیس سال بعد اسی تاریخ کو جس دن وہ بچہ مولوی عبدلکریم کو ملا تھا ایک لڑکی اس بے نام گلی میں اسی جگہ بے حال سی کھڑی تھی پہاڑوں میں گھومتے گھومتے وہ رستہ بھٹک گئی تھی اور اب اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے کہاں جائے۔ تھکن سے بے حال ہو کر وہ کونے میں لگی خاردار تاروں میں الجھی شال چھڑوانے کی کوشش ترک کر کے وہیں نیچے بیٹھ گئی۔ اب اسے کسی کی آمد کا انتظار کرنا تھا جو اس کی مدد کر سکے اسکے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہاں گزرگاہ پر اس طرح اتنی خطرناک تاریں کیوں لگا رکھی ہیں آخر اسے گلی کے مکینوں پر بے تحاشہ غصہ آیا تھا یہ خاردار تاریں اسی بچے نے بڑے ہو کر لگائی تھیں وہاں اب کوڑے کے ڈھیر کے بجائے ریحان کے پودے لگے تھے جس کی خوشبو سے ساری گلی مہکتی تھی۔ جب عبدالرافع آٹھویں جماعت میں تھا اس نے عبدلکریم کے ساتھ مل کر خود سارا کوڑا صاف کیا تھا پھر ریحان کے پودے بو کر اس کے گرد خاردار تاریں لگا دی تھیں۔ تھوڑی دیر میں اس لڑکی کے حواس قابو میں آئے تو اس کی نظر اپنے پاؤں پر پڑی تھی اتنی دیر چلنے کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باعث پیدا ہونے والے زخموں کی طرف دیکھ کر اسے رونا آنے لگا تھی سینڈل ٹوٹنے کے قریب تھی۔ دائیں گال آنسوؤں سے بھیگتی جا رہی تھی۔ کیا کروں گی میں اس نے پریشانی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھا تھا جہاں سیاہی پھیلنا شروع ہو چکی تھی، موبائل بھی وہ ہاٹل بھول آئی تھی۔ وہ یونہی پریشان حال سی بیٹھی تھی کہ اچانک گلی کے مخالف کونے سے اسے کسی کا سایہ نمودار ہوتا محسوس ہوا وہ بے اختیار خوش ہوئی تھی۔ اس نے ٹھنڈ سے کانپتے ہوئے دائیں گال پہ بہتے آنسو صاف کیے ایک پل کو لگا وہ کوئی شناسا ہے ابو یا اسامہ مگر وہ یہاں کیسے موجود ہو سکتے ہیں اس نے اپنے پاگل پن پر خود کو ملامت کی کچھ ساعتوں میں وہ سایہ بالکل اس کے قریب تھا اس نے دیکھا وہ اس پر جھکا اس سے کچھ پوچھ رہا تھا مگر اسکی ظاہری ہیئت نے اسکے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ وہ خوف سے کچھ بول نہیں سکی۔ اسکے خوفزدہ چہرے کو نظر انداز کر کے اس اجنبی نے اسکی شال کو جھاڑیوں میں سے کھینچا۔

میں رستہ بھول گئی ہوں وہ بمشکل بولی،

آپ یہیں رکیں میں ابھی آتا ہوں وہ کہتا ہوا واپس مڑا، اس نے جھرجھری لیکر اسے چلتے دیکھا اور تیزی سے مخالف سمت چلنے لگی مگر پھر رک گئی ہوٹل نیچے کہیں تھا اور اسے راستہ بالکل بھی یاد نہیں تھا۔ وہ اسی خوف کی کیفیت میں کھڑی تھی کہ وہ واپس بھی آ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی چپل زمین پر اسکے پاؤں کے پاس رکھی۔ کیا کوئی بندوبست کر سکتے ہیں مجھے ہاٹل جانا ہے وہ ہمت جمع کر کے دھیمے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

آپ کچھ دیر میرے گھر ٹھہر سکتی ہیں وہاں میری امی موجود ہیں، میں نماز کے بعد آپکو ہاٹل چھوڑ دوں گا۔ اس شخص نے کسی بھی سوال سے گریز کیا تھا۔

نہیں میں یہیں انتظار کروں گی وہ تیزی سے بولی۔

بہتر ہے آپ پاؤں وغیرہ دھو لیں اور اپنا حلیہ درست کر لیں وہاں ہاٹل میں آپکے دوست، رشتہ دار ہوں گے یقیناً۔

وہ اسکی بات ماننا نہیں چاہتی تھی مگر پھر جانے کیوں میکانکی انداز میں چلتے ہوئے اسکے گھر کے سامنے پہنچ گئی۔ گھر کے باہری دروازے پر مولوی عبدالکریم کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے اس نے اسے بتایا تھا۔ اس نے اس صنف کے بہت سے لوگوں کو دیکھا تھا مگر ہمیشہ ناچتے، گاتے، تالیاں پیٹتے یا پیسے مانگتے۔ اتنے باوقار انداز میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایسے اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔اس نے دھیرے سے دروازہ کھٹکھٹایا۔دروازہ ایک بوڑھی عورت نے کھولا تھا یقیناً وہ اسکی ماں تھی جی میں رستہ بھول گئی ہوں، آپکے بیٹے نے کہا کہ میں کچھ دیر یہاں رک جاوں پھر وہ مجھے ہاٹل چھوڑ دیں گے وہ تذبذب سے بولی تھی۔

آجاؤ اس عورت نے اس کو اندر بلا کر دروازہ بند کر دیا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، پتہ نہیں کون لوگ ہیں وہ خوف سے واپس بھاگنے کا ارادہ کرتے ہوئے پلٹی۔تم ہاتھ منہ دھولو میں کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرتی ہوں، ضعیف العمری کے باعث اسکی آواز ہلکے ہلکے کانپتی تھی۔

نن نہیں اسکی ضرورت نہیں میں بس۔۔۔شکل سے لگ رہا ہے کس قدر تھکی ہوئی ہو اور یقیناً بھوک تو لگی ہوگی وہ جواب میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی تھی۔شاباش ہاتھ منہ دھولو میں ابھی آتی ہوں وہ عورت شفقت بھرے لہجے میں کہتی باورچی خانے میں گم ہوگئی۔

اس نے دیکھا سامنے کونے میں نلکا لگا ہوا تھا۔وہ وہاں بیٹھ کر پاوں دھونے لگی پاوں اتنا چھل چکے تھے کہ ٹھنڈے پانی کی پھوار پڑتے ہی اسکی چیخیں نکل گئیں۔اس نے بمشکل خود کو کراہنے سے روکا مگر دائیں گال پر آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، اسے شدت سے ایک بار پھر اپنے نصیب پر رونا آیا تھا۔

وہ اسکے ساتھ گاڑی میں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کے علاوہ اسکے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔آپکے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے، وہ گاڑی ڈھلوان پر احتیاط سے چلاتے ہوئے بولا۔اس نے جواب دینے کہ بجائے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔وہ اس اجنبی کو یہ بتانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ گھر والوں کے ساتھ نہیں آئی۔آئیندہ احتیاط کیجئے گا رات کے وقت یہ علاقہ محفوظ نہیں ہے، نہ جغرافیائی لحاظ سے اور نہ دوسرے اعتبار سے، اسکی بات پر وہ بے ساختہ شرمندہ ہوئی تھی اس نے واقعی لاپرواہی کا مظاہرہ کیا تھا۔

میں تھوڑی دیر شور وغل سے دور رہنا چاہتی تھی، چلتے چلتے پتہ نہیں چلا مجھے کہاں نکل آئی ہوں وہ رک، رک کر صفائی دینے والے انداز میں بولی تھی حالانکہ اس صفائی کی چنداں ضرورت نہیں تھی یہ اس نے بعد میں سوچا تھا شور وغل سے دور جانے کی چاہ چاہے جتنی بھی گہری ہو واپسی تو بہر حال کرنا ہوتی ہے اس اجنبی نے بولتے بولتے پہلی بار غور سے اسکی طرف دیکھا اسے عجیب سا افسوس ہوا تھا وہ لڑکی بے انتہا خوبصورت تھی مگر ایک آنکھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے اندھی تھی آنکھ کے بالکل نیچے جلد پر سرخ، بھورے داغ تھے۔ وہ جواباً مسکرائی اور آجکل تو واٹس ایپ، وائبر اور فیس بک کی بدولت تھوڑے عرصے کے لیئے بھی اس شور وغل سے رابطہ منقطع کرنا ممکن نہیں اس کے مسکرانے پر وہ بھی مسکرا دیا یونہی

☆.....☆.....☆

بچہ نارمل نہیں ہے شاید اسی لیے کسی نے پھینکا ہے ڈاکٹر مولوی عبدالکریم سے کہہ رہا تھا۔

کیا ہے اسے؟

قدرت نے کوئی صنف متعین نہیں کی نہ عورت ہے نہ مرد ڈاکٹر نے گہری سانس لیتے چشمہ اتار کر سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

مولوی صاحب نے ٹھنڈی سانس بھر کر کھڑکی سے باہر پھیلتی سپیدی کو دیکھا، زندگی میں پہلی بار انکی نماز قضا ہوئی تھی۔

بہتر ہے آپ اس کو کسی فلاحی ادارے یا یتیم خانے میں بھیج دیں۔ ویسے ایسے بچوں کے نصیب میں آخر آ جا کر ناچ گانا اور بھیک مانگنا ہی ہوتا ہے۔

مولوی عبدلکریم جواب میں کچھ بول نہیں سکے تھے۔ وہ وہاں کلینک میں کچھ دن داخل رہا تھا صحتمند ہوا تو مولوی صاحب اسے اپنے گھر لے آئے۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں انکی بیوی نے شروع شروع میں بہت شور مچایا تھا مگر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی اسکا نام مولوی صاحب نے خود عبدالرافع رکھا تھا۔ اس عمر میں اتنی بڑی ذمہ داری؟ اسے گود میں لیے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح فہمیدہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا

اللہ کو راضی کرنے کے لیے کر رہا ہوں، وہ نرمی سے اسکے گال کو چھوتے ہوئے بولے۔

لوگ کیا سوچیں گے؟ وہ پشیمانی سے بولیں دل چاہ رہا تھا سر پیٹ لیں مگر جانتی تھیں سب بے سود ہے۔

سوچنے دو جسکو جو سوچنا ہے میں کسی قیمت پر اس بچے کو اس بے رحم زمانے کے حوالے نہیں کروں گا کہ لوگ ان چوہوں کی طرح اسکی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائیں۔ اور خدا کا شکر ہے بیٹی کے فرض سے بھی ہم سبکدوش ہو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چکے ہیں اللہ اسے اپنے گھر خوش رکھے ہمیں اولاد کی طرف سے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اور اسکے سسرال والے کیا کہیں گے، وہ انکو واقعی سمجھانا چاہتی تھیں اس جذباتیت سے نکالنا چاہتی تھیں۔

وہ دیندار لوگ ہیں وہ نہیں سمجھیں گے تو اور کون سمجھے گا۔

مت ماری گئی ہے آپکی، وہ غصے سے پاؤں پٹختی اٹھی تھیں۔

اچھا چلو اسکے لیے اب فیڈر بنا دو دیکھو بھوک سے رونے لگا ہے۔

وہ اپنی بات کے جواب میں یہ جملہ سن کر تاسف سے سر ہلاتی باورچی خانے کی طرف چلی گئیں اور وہ اس کو چپ کروانے لگے اور پھر ہوا کچھ یوں کہ کچھ عرصے میں فہمیدہ بھی اس سے مانوس ہونے لگیں گویا بڑھاپے کی دہلیز پر انکو کھیلنے کے لیے کھلونا مل گیا تھا۔

فہمیدہ کی عمر لگ بھگ چالیس سال تھی جب عبدالرافع انکی زندگی میں آیا اس وقت تک وہ اپنی بیٹی کے فرض سے فارغ ہو چکی تھیں اب وہ سارا سارا دن عبدالرافع کے پیچھے بھاگتے گزار دیتیں۔ عبدالرافع جب چار سال کا ہوا تو مولوی صاحب نے اسے خود قران پڑھانا شروع کیا۔ ان دونوں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کب وہ انکی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ انکی بیٹی رہنے کے لیے آتی تو ماں باپ کی مصروفیت پر خوب ہنستی۔

☆.....☆.....☆

پہلی دفعہ پانچویں جماعت میں اسکو احساس ہوا تھا کہ وہ نارمل بچہ نہیں ہے وہ لوگوں کی نظروں سے خائف ہونے لگا۔ پہلی بار جب اسکی کلاس کے بچوں نے اسے چڑایا اسکو بے تحاشہ بے عزتی محسوس ہوئی تھی گھر آ کر خوب رویا۔ مولوی عبدالکریم نے اسے کتنی دیر سینے سے لگائے رکھا جب تک کہ اسکی ہچکیاں نہیں بند ہو گئیں۔ تم اس طرح روؤ گے تو اللہ کہے گا میرا بندہ مجھ سے خوش نہیں ہے وہ بے بسی سے بولے۔ کیا میں روؤں گا تو اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے اسے جھٹکا لگا تھا وہ کسی بھی قیمت پر اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا تھا۔ اب تک اسکو بھیجے گئے سارے تحفے جن میں سرخ رنگ کا سائیکل، سٹیکر والا بلا، کارٹونز کی کیسٹ سب چیزیں جو اسکی پسندیدہ تھیں اللہ ہی نے تو بھیجی تھیں۔ اس دنیا کے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہے اب انہیں ہر تھوڑے عرصے بعد اس کے ذہن میں لوگوں کے طعنوں سے بننے والے جالے صاف کرنے پڑتے تھے سو اس وقت بھی وہ یہی کر رہے تھے۔ ہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انسان میں کوئی نہ کوئی کمی کیوں ہوتی ہے، آنکھیں پونچھتے ہوئے اس نے انہیں کے انداز میں بے اختیار سوال کیا تھا۔ میرے بیٹے یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے وہ اسکو بہلانے کے لیئے موضوع سے ہٹ کر بات کرنے لگتے اور پھر اصل بات کے ٹکڑے لگا کر اسے سمجھانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ کیا تمہارے اس دوست کے پاس جس نے اج تمہیں چڑایا تم جیسی ذہانت ہے، کیا وہ ہر دفعہ امتحان میں تمہاری طرح اوّل آتا ہے، کیا وہ تم جیسی پینٹنگ کر سکتا ہے، انہوں نے بغیر سانس لئے اس سے سوال کیئے تھے نہیں نا تو دیکھو پھر تو تمہارے پاس اس سے کہیں زیادہ نعمتیں ہے وہ تمہاری ایک خامی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ممکن ہے خود میں اس سے کہیں زیادہ خامیاں لیے پھرتا ہو۔ عبدالرافع اب پرسکون نظر ارہا تھا۔ بیٹا اس دنیا میں جسمانی اور عقلی طور پر کوئی بھی مکمل نہیں ہے بس کسی کی خامی نظر آتی ہے، کسی کی خامی مخفی رہتی ہے اب بات یہاں اکر رکتی ہے کہ ہم اس خامی پر ساری زندگی روتے روتے گزار دیں یا اپنی خوبیوں کو نکھار کر اللہ کے اور اسکی مخلوق کے پسندیدہ بن جائیں۔

☆.....☆.....☆

نمرہ تھکی تھکی سی کمرے میں داخل ہوئی سامنے بستر پر فزیالوجی کی کتاب اوندھی پڑی تھی جس سے صبح ثانیہ ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی۔ نگاہ یونہی کتنی دیر بھٹکتی رہی کمرے میں موجود اسکی چیزوں کا طواف کرتی رہی، دل کی دھڑکن خوف سے بے ترتیب تھی لب پچھلے دو گھنٹوں سے دعا کر کر کے سوکھے پڑے تھے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے سٹڈی ٹیبل پر پڑے مخملیں ڈبے اٹھا کر اندر الماری میں رکھے تھے ان میں سونے کے زیور تھے جو ثانیہ نے کالج سے واپس آ کر پہننے تھے آج کام والی کے جانے کے بعد اسی نے تو لاکر سے نکال کر یہاں رکھے تھے۔ کمرے میں دل کو کاٹتی ویرانی تھی اس وقت اگر سب کچھ نارمل رہتا تو ہم کیا کر رہے ہوتے اس نے ثانیہ کی منگنی کی تقریب تصور میں لاتے ہوئے سوچا۔ ثانیہ کے آجکل کالج میں ٹیسٹ ہو رہے تھے سو منگنی کا فنکشن شام کو رکھا گیا تھا۔ اسامہ کو امریکہ واپس جانا تھا اسی ہفتے سو ایمرجینسی میں یہ تقریب گھر پر ہی منعقد کی گئی تھی۔ ثانیہ اور اسامہ کی آپسی پسندیدگی اور دونوں خاندانوں کی باہمی رضامندی سے یہ رشتہ طے ہوا تھا۔ اس نے خاص طور پر ڈھولک منگوائی تھی، پارلر سے اپائنٹمنٹ بھی لے لیا تھا۔ پارلر بھی فون کر کے منع کرنا ہے اس نے اپنے چہرے پر بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے سوچا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی لیونگ روم میں آ کر اس نے ڈرتے ڈرتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فون اٹھایا ہاں اب بہتر ہے اسکے پوچھنے پر امی کی شکستہ سی آواز ابھری۔اس نے کانپتی آواز میں آنکھ کے بارے میں دریافت کیا تھا نہیں بچ سکے گی وہ فون پر رو رہی تھیں اسکے ہاتھ کانپنے لگے اور جلد جلی ہے پر زیادہ نہیں ڈاکٹر کہتے ہیں سرجری سے ٹھیک ہو جائے گی وہ کہہ رہی تھیں

☆.....☆.....☆

زندگی سے الجھے ہیں تو جانا ہے کہ وہ ادیب کیا سوچا کرتا تھا قبرستان میں بیٹھ کر

آج اسکا رزلٹ آیا تھا اس نے بورڈ میں اوّل پوزیشن لی تھی۔وہ گھر جانے کے بجائے قبرستان میں درخت کے نیچے آ بیٹھا تھا۔اصولاً تو مجھے دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئے، رب کا شکر ادا کرنا چاہے اس نے سوچا ۔سامنے قبریں ہی قبریں تھیں وہ گم صم سا ہاتھ میں کمپیوٹر سے نکالی گئی شیٹ پکڑے قبروں کو دیکھ رہا تھا۔تم یہاں بیٹھے ہو وہ اچانک مخاطب کئے جانے پر چونکا مولوی عبدلکریم جانے کہاں کہاں سے اسے ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے، وہ جانتا تھا ان تک رزلٹ کی خبر پہنچ چکی ہو گی۔خوش نہیں ہوا اللہ کی مہربانی پر، وہ پھولی ہوئی سانس بحال کرتے ہوئے اس کے برابر آ بیٹھے۔وہ بے اختیار شرمندہ ہوا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے میں بہت خوش ہوں۔پھر یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اسے لگا وہ جانتے ہیں کہ وہ اکثر یہاں آتا ہے۔یہاں، بس یونہی وہ سر جھکا کر بولا۔غم کو دل میں اس طرح جگہ دو گے تو گھل کر ختم ہو جاؤ گے۔وہ پتہ نہیں کس سوچ میں گم ہو گیا تھا کہ انکا یہ جملہ سنا ہی نہیں۔تمہیں یاد ہو گا میں نے تمہیں ایک بار موسیٰ علیہ سلام اور خضر علیہ سلام کا قصہ سنایا تھا انکی آواز سے اسکی سوچ کا تسلسل ٹوٹا، ہاں یاد ہے وہ مسکرایا۔تو برخوردار اگر خضر علیہ سلام اس کشتی میں سوراخ نہ کرتے تو وہ کشتی بادشاہ کے پاس چلی جاتی کہ نہیں وہ اپنے مخصوص انداز میں اس سے پوچھ رہے تھے یا وہ بچہ قتل نہ ہوتا تو ماں باپ کے لیئے عذاب بن جاتا کہ نہیں، یہ جو ہماری خامیاں ہیں نہ جسمانی یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہیں یہ ہماری شکر گزاری کا امتحان ہیں۔وہ ہمیشہ ایسے ہی اسکے بغیر پوچھے اسکے ہر سوال کا جواب دے دیا کرتے تھے کبھی کبھی تو اسے لگتا تھا کہ شاید وہ اسکی روح، اس کے ذہن ہر جگہ رسائی رکھتے تھے۔کیا اگر میں اپنے سگے باپ کے پاس ہوتا تو اس سے زیادہ شفقت برت سکتے تھے وہ مجھ سے سوچ کر ایک غم زدہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھری تھی کیونکہ جواب نفی میں تھا۔آپ نے بھی تو میرے لیے بغیر اجرت دیوار تعمیر کی ہے وہ انکے کمزور کندھے سے لگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر بولا تو محبت پدری سے انکا چہرہ چمک اٹھا تھا تم اس دنیا کے سب سے اچھے بیٹے ہو، انہوں نے شفقت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اسکا ماتھا چوما۔ چلو تمہاری ماں انتظار کر رہی ہے وہ اسکو اٹھاتے ہوئے بولے

☆.....☆.....☆

اس دن کے برے تجربے اور عبدالرافع کے سمجھانے کے باوجود آج پھر وہ یونہی بھٹکتے بھٹکتے پتہ نہیں کہاں نکل آئی تھی یہ جگہ آبادی سے ذرا دور تھی۔ اسکا دل چاہتا تھا یونہی چلتے پھرتے مر جائے یا گم جائے پھر کبھی کسی کو نہ ملے حتٰی کہ اسکی لاش بھی۔ بادل نیچے تک آئے ہوئے تھے، بادلوں کی سفید باڑ سے بلند چوٹیاں جھانکتی تھیں موسم بہت خوشگوار تھا۔ اچانک اس نے اذان کی آواز سنی اس ویرانے میں اذان اس نے حیرت سے سوچا قدم آواز کی جانب اٹھنے لگے تھے اس نے دیکھا اس ویرانے میں پہاڑ پر بچھے سبزے کو جائے نماز بنائے قبلہ رخ کھڑا وہ اذان دینے کے بعد اب نماز پڑھ رہا تھا وہ وہی تھا۔ اسے لگا شاید اسکی نگاہوں کو دھوکہ ہوا ہے اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں مسلیں اس وقت وہ اسے کسی آسیب کی محسوس ہوا تھا جو اسکا ویرانوں میں پیچھا کر رہا تھا اسکی مسحور کن تلاوت اس کے رونگٹے کھڑے کر رہی تھی۔ پتہ نہیں کتنی دیر بے حس و حرکت وہاں کھڑی رہی اسکو سلام پھیرتے دیکھ کر اسے ہوش آیا تھا اسی پل تیزی سے واپسی کے لیئے مڑنے لگی کہ پیچھے سے آواز ابھری، کیا آپ آج پھر گم گئیں ہیں؟ نہیں آج تو رستہ یاد ہے واپس ہی جا رہی تھی وہ بغیر مڑے قدم تیز تیز اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔ آپ اپنی دوستوں کے ساتھ نہیں نکلتیں لمبے لمبے ڈگ بھرتے اگلے پل اسکے ساتھ چلنے لگا اس کا دل خوف سے بھر گیا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ کیا آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں ساتھ چلتے چلتے اس نے کچھ دیر بعد پوچھا تھا۔ وہ اب شہر کے مرکزی بازار والی سڑک پر آ گئے تھے لوگوں کی ہلکی پھلکی چہل پہل دکھنے لگی تھی۔ کتنے عرصے بعد لوگوں کو اپنے آس پاس دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی جی پوچھیے ۔۔۔۔ اوسان اب بحال ہو گئے تھے۔ یہ آنکھ؟ میرا مطلب ہے ۔۔۔۔ اس نے اسکی آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انتہائی ذاتی سوال کیا تھا۔ اسکے سوال پر ثانیہ کی رفتار سست ہو گئی۔ میرا مطلب ہے کیسے ہوا؟ جانے کیوں وہ ڈھیٹ ہو رہا تھا حالانکہ اس نے ساری عمر کبھی کسی کی زندگی میں میں جھانکنے کی سرسری سی کوشش بھی نہیں کی تھی مگر ثانیہ اسے لگا اسے اسکی مدد کی ضرورت ہے۔ اس کے سوال سے ثانیہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تیزاب سے... جواب دیتے ہوئے اسکا لہجہ نم ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا حالانکہ اسکو لگتا تھا کہ اتنے سالوں میں وہ اتنی تو مضبوط ہو چکی ہے کہ اب اس بات پر دوبارہ نہیں روئے گی۔ وہ خاموش سا ہو گیا۔ کیا آپ بھی میری طرح سارا دن ادھر ادھر بھٹکتے ہیں؟ ڈھلوان سے اترتے ہوئے ثانیہ نے اس سے ازراہ مذاق پوچھا تھا، نہیں اتنی فراغت تو نصیب نہیں ہوتی مجھے وہ مسکرایا تھا سارا دن کلینک میں ہوتا ہوں جب ہجوم سے دل بہت گھبرا جاتا ہے تو گھوم پھر لیتا ہوں۔ اور یہ کلینک کس چیز کا ہے ثانیہ کو اسکے جواب پر حیرانی ہوئی تھی جبکہ اب کی بار رافع کو تھوڑی سی سبکی محسوس ہوئی تھی۔ بطور ڈاکٹر بیٹھتا ہوں اسکے جواب پر ثانیہ کا منہ حیرانی سے کھل گیا تھا، آ آ اچھا وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ حیرانی ہو رہی ہے آپکو، کیا ہم جیسے لوگ ڈاکٹر نہیں بن سکتے؟ اس نے پہلی بار خود کے لیے ہم کا صیغہ استعمال کیا تھا وہ بھی جان بوجھ کر۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے وہ گڑبڑائی حالانکہ وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ آپ کیا کرتی ہیں، میں، میں کچھ بھی نہیں وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی تھی۔ کتنی تعلیم ہے آپ کی ،وہ پھر سے تفتیش کرنے لگا تھا اسے الجھن سی ہوئی میں نے پڑھائی چھوڑ دی تھی اس حادثے کے بعد اس نے آنکھ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ تب میں میڈیکل سیکنڈ ائیر میں تھی. بہت غلط کیا، آپ نے وہ اسکے بے لاگ تبصرے سے جز بز سی ہو گئی۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے اسے احساس نہیں دلایا تھا اس بات کا۔ کیا میں آپکا کلینک دیکھ سکتی ہوں وہ شاید بھول گئی تھی کہ کچھ دیر پہلے وہ اس شخص سے کس قدر خوف اور چڑ محسوس کر رہی تھی۔ ہاں مگر اس وقت تو آپ کو ہاٹل پہنچنے میں دیر ہو جائے گی میں آپ کو ایڈریس بتا دیتا ہوں کل آ جایئے۔ جہاں آپ کل گم گئی تھیں وہیں قریب ہی ہے

☆.....☆.....☆

اگلے دن وہ اسکے کلینک کے لیے نکلی تھی۔ پیدل چل کر آتے پاؤں شل ہو گئے تھے وہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کلینک میں داخل ہوئی۔ چھوٹی سی عمارت تھی مگر جدید طرز پر بنی ہوئی بے حد خوبصورت۔ اگر میں نارمل رہتی تو میں بھی کہیں کسی ایسی ہی جگہ پریکٹس کر رہی ہوتی اس نے بے اختیار سوچا تھا وہ شدید متاثر ہوئی تھی مگر میں چاہتی تو اس حالت میں بھی پریکٹس کر سکتی تھی پڑھائی چھوڑنے کا فیصلہ میرا خود کا تھا وہ اپنا محاسبہ کر رہی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں داخل ہونے کے بجائے باہر ہی رک گئی تھی اندر وہ مریضوں کو دیکھنے میں مشغول تھا۔ اور آج پہلی بار اس نے آنکھ کھونے کے بعد کے سالوں کا شمار کیا تھا اسے احساس ہوا اس نے سال کا ہر دن صرف رو کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گزارا تھا بے مقصد۔

جب یہ انسان اتنی بڑی خامی کے باوجود ایک ایسی زندگی گزار رہا ہے جس کی اس ملک کی آدھے سے زیادہ آبادی تمنا کرتی ہے تو میں نے خود کے ساتھ یہ ظلم کیوں کیا۔ وہ وہاں جانے کس علاقے میں تھی جس کے نام سے بھی ٹھیک طرح واقف نہیں تھی۔ شام اپنے پنکھ پھیلا رہی تھی جیسے جیسے شام کا سایہ گہرا ہو رہا تھا وہاں رش بڑھتا جا رہا تھا۔ وقت گزاری کے لیئے ثانیہ پانی کی ٹینکی کے ساتھ دیوار میں نسب شیلف میں پڑی کتابیں دیکھنے لگی۔ شیلف میں طب کے علاوہ ادبی، سائنسی، فلاسفی تقریباً ہر موضوع سے متعلق مخصوص تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔ جنہیں وہاں کلینک میں آئے بہت سے لوگ کارڈز کے ذریعے حاصل کر رہے تھے اسکے علاوہ وہاں دائیں جانب کلینک سے متصل ایک چھوٹی سی لیبارٹری اور میڈیکل سٹور کا انتظام بھی تھا۔ اسے احساس ہوا اس علاقے میں لوگوں کو یہ سب سہولیات فراہم کرنا یقیناً بڑے اجر اور ہمت کا کام تھا اور یہ کام کوئی حساس دل کا مالک ہی کر سکتا تھا۔

آپکو افسوس نہیں ہوتا آپ نے غلط فیصلہ کیا، وہ مریضوں سے فارغ ہو کر اسکو ہاٹل چھوڑنے آیا تھا۔ نہیں، کہتے ہوئے اسکی آواز کپکپائی۔ مجھے ویسے بھی ڈاکٹر نہیں بننا تھا یہ تو ماما، بابا کی خواہش تھی مگر میں بن جاتی تو میری زندگی اس سے بہتر ہوتی یقیناً اس سے تو بہتر جیسی میں اب گزار رہی ہوں اس نے خود کلامی والے انداز میں گویا اقرار کیا تھا۔ میں صحافت کے شعبے میں جانا چاہتی تھی اس نے گاڑی کے شیشے سے اندھیرے میں ڈوبے پہاڑوں پر نظر جمائے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا تھا۔ ایک لمبی مدت کے بعد یوں اپنے دل کی باتیں وہ کسی سے کر رہی تھی مگر پھر مجھے لگا ماں باپ کا خواب پورا کرنا زیادہ اہم ہے سو میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔۔۔۔ اور پھر پھر سب کچھ ختم ہو گیا لہجے میں کانچ ٹوٹنے کی صدا تھی۔ ایسا آپ نے سوچا کہ سب ختم ہو گیا حالانکہ سب ختم نہیں ہوا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیئے ختم نہیں ہوا ہے گاڑی اگلی سڑک پر موڑتے ہوئے وہ بولا تھا آپ چاہیں تو اب بھی اپنے دل کی خواہش پوری کر سکتی ہیں اب بھی دیر نہیں ہوئی وہ اسکی بات سن کر اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

☆.....☆.....☆

اگلے تین دن اس نے ہاٹل کے کمرے میں بند ہو کر گزارے تھے۔ عجیب سی بیزاری اس پر طاری ہوئی تھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یکدم اس جگہ سے بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ان تین دنوں میں ماضی کے اوراق پلٹتے ،زندگی میں ہوئے خساروں کا حساب لگاتے اپنا محاسبہ کرتے آخر تھک ہار کر گھر واپس جانے کا فیصلہ کیا تھا۔امی بضد تھیں کہ وہ اب گھر آ جائے میں کچھ نہیں جانتی میں تمہیں اب گھر میں دیکھنا چاہتی ہوں انہوں نے فون پر ڈپٹ کر کہا تھا۔خوشی کا،امید کا،نئی زندگی کا سراغ کہیں تو ہوگا پر کہاں،وہ خود سے پچھلے تین دن سوال کرتی رہی تھی مگر جواب ندارد تھا۔

☆.....☆.....☆

گھر واپس جانے سے پہلے وہ جانے کیوں اس سے ملنے چلی آئی تھی بس نے نو بجے نکلنا تھا اور اس وقت صبح کے ساڑھے چھ ہو رہے تھے۔اس کے اندازے کے مطابق کلینک بند ہونا چاہئے تھا۔اس نے سوچا کلینک بند ہوا تو وہ گھر جا کر الوداع کہہ آئے گی کیوں اس سوال کا جواب وہ خود بھی نہیں جانتی تھی مگر اسے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی اور خوشی بھی کہ کلینک کھلا تھا۔وہ بے جھجک یوں اندر داخل ہوئی جیسے روز اس وقت یہاں آتی ہو۔باہر جہاں مریض اپنی باری کا انتظار کرتے تھے وہ بنچ خالی پڑے تھی اندر کمرے سے تلاوت کرنے کی آواز آ رہی تھی۔میں۔۔۔وہ۔۔۔آج جا رہی تھی تو سوچا آپ سے مل لوں پھر شاید پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکے ثانیہ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ یکدم ٹھہر گیا تھا آنکھوں میں اسے دیکھ کر حیرانی ابھر آئی تھی۔اسکے ردعمل پر ثانیہ کا سارا اعتماد ہوا ہوا تھا سو اٹک،اٹک کہ بمشکل بولی۔شکریہ وہ قران پاک بند کرتے ہوئے مسکرایا آنکھوں میں حیرانی جو کچھ پل پہلے ابھری تھی اب تحلیل ہو گئی تھی۔اس کے مسکرانے پر وہ بھی پرسکون سی ہو گئی آپ نے اس آیت کو ہی کیوں فریم کروا کر لگایا ہوا ہے؟وہ سامنے لگے فریم کے پاس جا کر صرف بات کرنے کی غرض سے بولی تھی۔

سیاہ رنگ کے کاغذ پر زرد رنگ سے کی گئی خوبصورت خطاطی میں سورۃ البقرۃ کی ایت درج تھی

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے،پھر ہر شخص کو جو کچھ عمل اس نے کیا ہے اس کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور انپر ظلم نہیں ہوگا۔

ایک رائے ہے کہ یہ قران کی آخری آیت ہے جو وحی کی گئی اس لیئے وہ اس پر نگاہ جمائے دھیمے لہجے میں بولا وہ جانتا تھا وہ اس سے کچھ اور کہنا چاہتی ہے۔اچھا وہ بے اختیار اپنی لاعلمی پر شرمندہ ہوئی۔پھر کچھ دیر خاموش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھڑی رہی پتہ نہیں کتنے سال میں نے ایسے گزارے ہیں اور اور گزارنے ہیں زندگی بوجھ بن گئی ہے میرے لیے ،اسکا چہرہ ابھی بھی فریم کیطرف تھا وہ بولتے ہوئے اسیآیت کو تک رہی تھی کیا آپ کے پاس کوئی نسخہ ہے کہ یہ مجھے مزید بوجھ نہ لگے اب کی بار اس نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا قابل نفرت نہ لگے، میں اتنے سالوں سے اللہ سے ناراض ہوں پر... مجھے سمجھ نہیں آتی... آپکو غم نہیں ہوتا وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بول رہی تھی اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔ وہ بولتے بولتے چپ کر گئی تھی کچھ دیر وہاں گہری خاموشی پھیلی رہی۔ نہیں، کچھ دیر بعد وہ پرسکون انداز میں بولا تھا۔ اگر آپ کے پاس کچھ وقت ہے تو بیٹھ جایئے آج میں آپکو ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں وہ میکانکی انداز میں سامنے کرسی پر بیٹھ گئی تھی جب میرے ابو زندہ تھے تو اکثر مجھے یہ کہانی سنایا کرتے تھے کہتے ہوئے وہ دھیرے سے مسکرایا تھا مولوی عبدلکریم کی یاد کی چمک انکھوں میں بھر گئی تھی۔ ہاں ٹھیک سمجھیں آپ وہ مجھے ایک ہی کہانی بار بار سنایا کرتے تھے کیونکہ ہم ایک بار سن کر کسی چیز کو اپنے اندر جذب نہیں کر پاتے اس چیز کو اپنی شخصیت کا حصہ بنانے کے لئے ہمارے لیے اسکا بار بار پڑھنا، سننا ضروری ہوتا ہے اسی لئے تو قران ہمیں بہت سی چیزوں کی یاددہانی بار بار کرواتا ہے اور اسی لئے قران کو مسلسل پڑھتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کہانی میں میرے ہر سوال کا جواب تھا وہی کہانی آپکو آپکے سوالوں کے جواب دے گی۔ وہ خاموش تھی اس وقت وہ صرف سننا چاہتی تھی کچھ بولنا کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی سوالوں سے اسے وحشت ہونے لگی تھی۔ عبدالرافع نے دوبارہ قران کھولا اور سورۃ الکھف سے موسیٰ علیہ سلام اور خضر علیہ سلام کا قصہ تلاوت کرنے لگا وہ ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر کرتا جا رہا تھا۔ وہ سنتی جا رہی تھی، چہرے کا دایاں حصہ بھیگتا جا رہا تھا۔ اسکی تلاوت میں سحر تھا ترجمے کے الفاظ اسکا دل جھنجوڑ رہے تھے۔ تلاوت کے بعد بہت سی باتیں تھیں جو اس نے کہی تھیں زندگی کو ضائع مت کریں اور ایک چھوٹی سی محرومی پر اتنا فوکس مت کریں کہ باقی ہر نعمت نظروں سے اوجھل ہو جائے یہ آخری بات تھی جو اس نے کہی تھی۔

یہ کوئی عذاب نہیں ہے جو تم پر آیا ہے بس میں بیٹھتے ہوئے اسے اپنی بہن کی بات یاد آئی تھی نہ ہی یہ تمہاری کسی نافرمانی کی سزا ہے وہ اسے جھنجوڑ کر روز کہتی تھی۔ وہ اس حادثے کو سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیوں بے گناہ ہوتے ہوئے اسکا شکار ہو گئی۔ سب کہتے تھے یہ آزمائش ہے مگر اسکو لگتا تھا یہ اسکی کسی بڑی نافرمانی کی سزا ہے۔ یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آزمائش ہے ثانی اس نے تم پر تمہارے دل سے قریب لوگوں کی قلعی کھول دی ہے نہیں تو تم ساری زندگی ایک ایسے شخص کے لیے ضائع کر بیٹھتی جو تمہیں ڈیزرو نہیں کرتا تھا۔ کیا ضروری تھا یہ قلعی کھلتی، نمرہ کے پاس اسکے اس سوال کا جواب نہیں تھا وہ خاموش رہ گئی تھی۔ وہ تکلیف جو حقیقت کا ادراک کروا دے اس انعام سے بہتر ہے جو غافل کر دے اسے چلتی بس میں عبدالرافع کی آواز سنائی دی تھی۔ کوئی انسان اتنا ظالم کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی کی شکل بگاڑ دے اس نے ایک دفعہ روکر امی سے پوچھا تھا اور کوئی اتنا ظالم کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی کی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر اس پر بہتان لگائے اس نے اسامہ کی امی کا نام نہیں لیا تھا اسے ان کے نام سی بھی نفرت محسوس ہوتی تھی۔ جس طرح انہوں نے خاندان بھر میں من گھڑت قصہ بنا کر اس کے خلاف زہر اگلا تھا اور امی اس کے ساتھ رونے لگی تھیں۔ انسان انسان کے لیے فتنہ ہے تو پھر کیوں اس طرح اکیلی گھومتی ہیں اسے پھر عبدالرافع یاد آیا ،اپنے ماں باپ کو بہن بھائیوں کو کس چیز کی سزا دے رہی ہیں وہ گھر آ کر کتنی دیر امی کے گلے لگی رہی۔

وہ اتنے سالوں سے سب کو عذاب میں مبتلا کیے ہوئے تھی اس کے باوجود وہ سب اسے اتنا چاہتے تھے رات کو بابا کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ غمزدہ سی سوچتی رہی۔ نمرہ نے پون گھنٹہ اس سے فون پر بات کی تھی اسکا تو دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ رات دیر تک جاگنے کے باوجود صبح فجر کے وقت اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔

وہ نماز پڑھ کر باہر لان میں گھاس پر چہل قدمی کرنے لگی۔ کتنے عرصے بعد اس نے نماز پڑھی تھی اسے حساب بھول گیا تھا پہلی رکعت میں سجدے کے بعد وہ قیام کے لئے کھڑی ہوئی تو اسے حقیقت محسوس ہوا تھا کہ جیسے اسکی کمر پر دھرا وہ ناقابل برداشت بوجھ پھسل کر زمین پر کہیں جا گرا ہو جسے اٹھائے اس نے اتنے سال گزارے تھے۔ اس نے سامنے دیکھا لان میں درخت کی شاخوں سے لٹکتے پنجروں میں آسٹریلین طوطوں نے شور مچا رکھا تھا۔ اس نے سبکو بہترین انداز میں پیدا کیا ہے متوازن اور خوبصورت اس نے گھاس پر پھدکتی چڑیا اور پھر طوطوں کی طرف دیکھ کر سوچا۔ بظاہر اگر کوئی خامی ہمیں نظر آتی ہے یا پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، وہ دل دیکھتا ہے جسم نہیں۔ انسانوں کو ظاہر چاہیے رب کو دل اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا وہاں رنگوں کا میلہ لگا تھا سفید، زرد، نارنجی، سرخ نئے دن کا سورج بس طلوع ہی ہوا چاہتا تھا۔ یہ سارے رنگ کہاں غائب ہو گئے تھے مجھے اتنے سال نظر ہی نہیں آئے۔ میرے پاس ایک آنکھ تو موجود تھی مگر میں نے اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے بھی دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔تم جانتی ہو یہ زبانیں، یہ رنگ اللہ کی نشانیاں ہیں اسے پھر وہ یاد آیا انکو جب کوئی برا بھلا کہتا ہے یا مذاق اڑاتا ہے تو گویا اللہ کی نشانیوں کو برا بھلا کہہ رہا ہوتا ہے، مذاق اڑا رہا ہوتا ہے۔اپ بھی اللہ کی نشانی ہیں اور اللہ کی نشانی کی ناقدری کوئی کیسے کر سکتا ہے اپ بھی نہ کریں

اس پل اسکے دل میں سکون اور سرور کی لہر اٹھی تھی۔اس نے سرسراتے پتوں کو ہاتھوں سے چھوا کچھ پر دھوپ پڑ رہی تھی کچھ چھاوں میں تھے،

میں نے کہیں پڑھا ہے اس کے خیالوں میں پھر وہی آواز گونجی اللہ جانتا ہے کس پودے کو سورج کی کتنی تپش درکار ہے جس سے وہ پھل پھول سکے،اب اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی اسے لگا اسے اٹھا کر کسی نے معرفت کی کوئی منزل طے کروادی ہو۔نیا دن شروع ہوا چاہتا تھا امید نو کی خوشبو میں گندھا ہوا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com